بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

أَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِين ، وَبَعْدُ:

110: سورۃ النصر کی مختصر تفسیر

جزء عمّ کی مختصر تفسیر کا درس جاری ہے، آج کی نشست میں سورۃ النصر کی مختصر تفسیر کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؔؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾﴾ (النصر: 1-3)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ﴾ (جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح ہو جائے)۔

﴿وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا﴾ (اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دیکھیں کہ لوگ داخل ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج)۔

﴿فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ﴾ (بس اپنے ربّ کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کریں اور اُس سے بخشش طلب کریں)

﴿اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ (بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے)۔

سورۃ النصر کے تعلق سے چند اہم باتیں پچھلے درس میں گزر چکی ہیں آج کی نشست میں مختصر تفسیر بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ﴾:

﴿اِذَا﴾ شرطیہ ہے یعنی اس کے ساتھ کوئی اور چیز مشروط ہے جب ﴿اِذَا﴾ کے لفظ سے جملے کا آغاز ہو۔

﴿جَآءَ﴾ (آئے) ﴿نَصۡرُ اللّٰهِ﴾ (اللہ کی مدد) ﴿وَالۡفَتۡحُ﴾ (اور فتح)۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت اللہ تعالیٰ کی مدد عام ہے اور خصوصی طور پر جب فتح حاصل ہو جائے۔

جب ایسا معاملہ ہو جائے تو ایک کام پھر ضرور کرنا ہے وہ کیا کام ہے وہ آگے بیان ہو گا لیکن اس وقت اس حقیقت کو اچھی طرح جان لینا ہے کہ جب ہم اللہ کی مدد کی بات کرتے ہیں اور اللہ کی مدد کی ہر معاملے میں ضرورت ہے کیونکہ بندہ مسکین ہے ضعیف

ہے کمزور ہے فقیر ہے اپنے ربّ کا ہر آن میں ربّ کی مدد کی اُس کو ضرورت ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی مدد نہ ہو تو انسان اس زمین پر سانس لے ہی نہیں سکتا۔

اس انسان کی حقیقت جان لیں کہ انسان کے دل کی دھڑکن اُس کے بس میں نہیں ہے اور ربّ کی مرضی سے دل دھڑکتا ہے، ہماری سانسیں ہماری مرضی سے نہیں ہیں، ہماری روح کی حقیقت کیا ہے آج تک اس انسان نے جانا ہی نہیں ہے کہ روح کی حقیقت کیا ہے۔

ہم نے کب دنیا میں آنا ہے ہمارے بس کی بات نہیں ہے، ہم نے کب جانا ہے اُس کی ہمیں خبر ہی نہیں ہے۔

ہمارے لیے کیا اچھا ہے کیا بُرا ہے محض اپنی عقل پر تول کر ہم بتا نہیں سکتے، اگر اپنے آپ کو ہم اپنی عقل کے حوالے کر دیں تو ہم تباہ ہو جائیں ہلاک ہو جائیں۔

تو ہمیں ہر آن میں اپنے ربّ کی مدد کی ضرورت ہے خصوصی طور پر جب دشمن کا سامنا کرنا پڑتا ہے، دشمن ہمیشہ اس تاڑ میں رہتا ہے کہ کہاں سے اور کیسے نقصان پہنچائے چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا ہو تو اللہ تعالیٰ کی مدد کی اُس وقت ضرورت اور بڑھ جاتی ہے اور یہاں پر اسی مدد کا ذکر ہے دشمن پر غالب ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی جو مدد اور نصرت ہے یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ﴿نَصْرُ اللّٰهِ﴾۔ لیکن اللہ کی مدد سے پہلے دیکھیں ﴿جَآءَ﴾ کا لفظ ہے، اللہ کی مدد اور نصرت اللہ تعالیٰ کے بندوں کے پاس خود چل کر جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں اور انبیاء سے بڑھ کر کوئی ربّ کو پیارا نہیں، اور سب سے افضل سب سے محبوب خلیل اللہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

لیکن ایک قاعدہ اور قانون ہے ربّ کا بھی کہ ہر چیز کا وقت مقرر ہے اور آزمائش بھی ہے اور دشمن پر غالب ہونے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی اس مدد کو حاصل کرنے کے لیے اس نصرت کو حاصل کرنے کے لیے اسباب ہیں اگر اُن اسباب کو ہاتھ میں لے کر اللہ تعالیٰ کا بندہ اللہ تعالیٰ سے نصرت کو حاصل کرنے کی کوشش کرے تو مل کر ہی رہتی ہے، اور اِن میں سے خلاصہ کے طور پر ہیں تو بہت زیادہ لیکن دو بہت بڑی باتیں ہیں اگر یہ حاصل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی نصرت آ کر ہی رہتی ہے:

(۱) ایک ہے صبر۔ (۲) دوسرا ہے تقویٰ۔

انبیاء کے قصوں کو آپ دیکھ لیں اللہ کی قسم کوئی نبی ناکام نہیں ہوا ہر نبی کامیاب ہوا ہے، ہر نبی کو ربّ کی طرف سے نصرت حاصل ہوئی ہے ﴿نَصْرُ اللّٰهِ﴾ ہر نبی کے لیے تھا؛ یہاں تک کہ بعض اوقات ایسے بھی جابر اور ظالم اور کافر قسم کے بدترین لوگ آئے فرعون کی طرح جن کے پاس دنیا کی سب سے بڑی طاقتیں موجود تھیں جادوگروں سے لے کر اسلحے کی طاقت تک (یعنی

مخفی طاقت بھی تھی جو جادو کے ذریعے سے ہوتی ہے اور ظاہری بھی تھی جو اسلحے میں ہوتی ہے) اس کے باوجود بھی کیا ہوا غرق ہوا کہ نہ ہوا؟! ﴿نَصۡرُ اللّٰهِ﴾ اپنے انبیاء تک پہنچا کہ نہیں؟ اللہ کے پیارے بندوں تک پہنچا کہ نہیں؟

صبر اور تقویٰ جب دونوں مل جاتے ہیں تو کامیابی ہو کر ہی رہتی ہے؛ صبر کے لیے رُکنا پڑتا ہے "حبس النفس"، تقویٰ کے لیے کچھ کرنا پڑتا ہے، جب دونوں مل جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو ہی جاتی ہے۔

﴿فَاصۡبِرۡ ۛؕ اِنَّ الۡعَاقِبَةَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ﴾ (صبر کرو عاقبت متقین کے لیے ہے)(ھود: 49)۔

﴿اِنَّهٗ مَنۡ يَّتَّقِ وَيَصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝﴾ (صبر اور تقویٰ مل جاتا ہے تو احسان کے درجے کو پہنچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ اُجر کبھی ضائع نہیں کرتا)(یوسف: 90)۔

﴿وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـًٔا﴾ (اگر تم صبر کرتے رہو اور تقویٰ کا دامن تھامے رہو تو اُن کا جو بھی مکر وفریب ہے تمھیں کوئی نقصان پہنچا نہیں سکتا)(آل عمران:120)۔(سبحان اللہ)۔

انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) سے بڑھ کر کس نے صبر کیا ہے؟! اور انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) سے بڑھ کر کون متقی پرہیزگار ہو سکتا ہے؟! لیکن اس کے لیے بھی وقت درکار ہے جیسے میں نے کہا ہے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اللہ تعالیٰ جب ڈھیل دیتا ہے تو دو چیزیں ہوتی ہیں:

(۱) ایک تو اہل ایمان اہل صبر اور اہل تقویٰ کی آزمائش ہوتی ہے کہ مزید ثابت قدمی ہو اور ثابت قدمی توفیق میں ربّ کی طرف سے ہوتی ہے: ﴿لَٮِٕنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ﴾(ابراہیم: 7) کے قاعدے کے مطابق۔

(۲) اور انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) سے بڑھ کر کوئی شکر کرنے والا نہیں تو ثابت قدمی مل جاتی ہے۔

اور دوسری طرف اُس دشمن کو بھی ڈھیل مل جاتی ہے اس کو موقع مل جاتا ہے توبہ کرنے کا۔

مکہ سے بڑھ کر کوئی زمین اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں مکہ سب سے پیاری زمین ہے اپنے ربّ کو اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی کیونکہ حرم ہے اللہ تعالیٰ کی پاک جگہ ہے، اور کعبہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے زمین پر، یہی شرف کافی ہے کہ بیت اللہ ہے۔

وحی نازل ہوتی ہے نبوت ملتی ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں، تیرہ سال مکہ میں بُت پرستی ہو رہی ہے کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ (ایک دو چار دَس نہیں تین سو ساٹھ (360)) بُت ہیں اور بُت پرستی ہو رہی ہے، ربّ کی تعظیم بھی ہو رہی ہے اُن بُتوں کی تعظیم بھی ہو رہی ہے، سجدہ ربّ کو بھی ہو رہا ہے اور اِن بُتوں کو بھی ہو رہا ہے، دعا، پکار،

نذر و نیازیں، قربانی، ربّ کے لیے بھی ہے اور اِن بُتوں کے لیے بھی ہیں بلکہ قاعدہ یہ قانون بنادیا گیا کہ جب تک ان بُتوں کو وسیلہ نہیں بناؤ گے ربّ تک رسائی ہو ہی نہیں سکتی: ﴿مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ﴾(الزمر: 3)۔

تیرہ سال وحی نازل ہو چکی ہے توحید کا پیغام نازل ہو چکا ہے تیرہ سال مکہ میں شرک ہوتا رہا، مدینہ میں ہجرت بھی ہو گئی طاقت بھی مل گئی، جنگ بدر میں کامیابی، جنگ اُحد میں بھی آخری رزلٹ میں کامیابی۔ رزلٹ جو آخری تھا کافروہ کیا قسم کھا کر آئے تھے جنگ اُحد میں؟ کہ خاتمہ کر کے جائیں گے۔ خاتمہ کر سکے؟ نہ کر سکے۔ اس لیے واپس جب پلٹے کوشش کی تو پھر بھی ناکام ہوئے؛ ابو سفیان کو یعنی جب شرک کی حالت میں تھے کیونکہ یہ سردار تھے جنگ اُحد میں جب آدھا راستہ گزر گیا تو پھر سوچ آئی کہ بھئی ہم نے کیا کیا ہے ہم نے تو کچھ کیا نہیں ہے، واپس جاتے ہیں اور خاتمہ کر کے ہی آتے ہیں۔

خبر ملتی ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا دعا پڑھتے ہیں؟

﴿حَسۡبُنَا ٱللَّهُ وَنِعۡمَ ٱلۡوَكِيلُ﴾(آل عمران: 173)؛ دل میں ایسا رعب پیدا ہو جاتا ہے مشرکین کے وہیں پر جہاں ابھی یہ سوچ آئی تھی کہ واپس جا کر پلٹ کر خاتمہ کرنا ہے وہاں سے دوڑے (سبحان اللہ)۔ جنگ احزاب میں کامیابی، اس کے بعد جنگ بنی قریظہ میں کامیابی اس کے ساتھ۔ سبحان اللہ؛ دیکھیں کتنی کامیابیاں ہو گئیں ابھی بھی مکہ میں کیا ہو رہا ہے؟! شرک ہو رہا ہے؛ وقت ہے ابھی اللہ تعالیٰ کا حکم ابھی نہیں آیا ہے، یقین ہے کہ فتح ہو گی کب ہو گی اللہ اُعلم۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دکھایا جاتا ہے کہ عمرہ کر رہے ہیں (انبیاء کے خواب سچے ہوتے ہیں وحی ہوتے ہیں) صحابہ سے ذکر کرتے ہیں تیاری ہو جاتی ہے چودہ سو (1400) صحابی عمرہ کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

عمرہ کہاں پر جا کر کرنا ہے؟ مکہ میں۔ مکہ میں کون ہیں؟ قریش مشرکین؛ ابھی جنگیں اُن کے ساتھ ہو رہی ہیں اُن کے خلاف ہو رہی ہیں۔ جنگ احزاب کب ہوئی؟ 5 ہجری میں۔ یہ خواب کب دکھایا گیا؟ 6 ہجری میں۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی جنگ احزاب میں دیکھیں آپ کہ قریش، غطفان، یہود نے جو بھی دشمن تھے احزاب کی شکل میں مدینے کو گھیر لیا بہت بڑی آزمائش تھی لیکن کامیابی ربّ کی طرف سے آئی اور سب ذلیل اور رسوا ہو کر وہاں سے بھاگے، ابھی کافروں کے مشرکین کے دل میں وہ بغض و نفرت اور انتقام کی آگ جل رہی ہے عمرے کا پیغام آگیا ہے؛ چودہ سو (1400) صحابی قربانی کا جانور لے کر چلے جاتے ہیں عمرے کے لیے کوئی ہاتھ میں ہتھیار نہیں ہے بہادری دیکھی ہے آپ نے؟! ابھی یہ جان کے دشمن تھے خون کے پیاسے تھے مشرکین ابھی اُن ہی کی طرف جا کر ربّ کے گھر کا عمرہ کرنا ہے۔

الغرض، قریش کو پتہ چل جاتا ہے روک دیتے ہیں حدیبیۃ کی جگہ پر کہ نہیں آنے دیں گے، مشورے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشورہ لیتے ہیں بیعت الرضوان ہو جاتی ہے؛ لمبا قصہ ہے ہمارا موضوع نہیں ہے صلح حدیبیۃ پر ہم پہلے بات کر چکے ہیں آپ اسے ریوائز (Revise) کر سکتے ہیں، یہ قصہ متفق علیہ حدیث میں موجود ہے(صحیح بخاری ، مسلم میں)،اور اس کی اصل سورۃ الممتحنہ میں موجود ہے۔ الغرض؛ تو اِن کٹھن شرطوں میں ظاہراً جن میں بڑی ناانصافی نظر آ رہی تھی اور رسوائی نظر آ رہی تھی اہل ایمان کے لیے (ظاہراً) تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کر لیں شرطیں واپس جانے کا صحابہ کو کہا کہ اپنے سَر کے بال منڈوا لیں اور جانور ذبح کر لیں یہیں پر۔

مشرکین نے یہ شرط رکھی:

1-کہ اگلے سال تم لوگ آؤ گے عمرے کے لیے ہم مکہ چھوڑ دیں گے تم لوگوں کے لیے عمرہ کر کے چلے جانا اس سال تمہیں عمرہ کرنے نہیں دیں گے؛ جانور ساتھ ہے ربّ کا گھر سامنے ہے اتنا ظلم تو مت کرو بھئی! احرام کی حالت میں ہیں! کہتے ہیں: نہیں! اب نہیں کرنے دیں گے۔ بات یہ نہیں ہے کہ صرف آپ نے جنت میں جانا ہے شہید ہو کر ورنہ اس سے بڑھ کر کیا شہادت تھی کہ احرام کی حالت ہے ربّ کے گھر کا عمرہ کرنا ہے تھوڑا سا فاصلہ ہے؟!

جانتے ہیں صلح الحدیبیۃ کہاں پر ہوئی؟ یہ جدہ کی چیک پوسٹ جو ہے آپ وہاں پر رُکیں سامنے آپ کو حدود حرم کا جو یہ گیٹ نما نظر آتا ہے ناں جو یہ ماڈل بنا ہوا ہے؛ نظر آتا ہے کہ نہیں آتا کتنا فاصلہ ہے ایک کلومیٹر ہے تقریباً؟ اس سے کم ہے غالباً وہاں پر روک دیا ان ظالموں نے؛ مان گئے شرط کہ ٹھیک ہے نہیں کرتے۔

2-ایک اور بھی شرط اس سے بڑھ کر کہ جو اہل کفر سے اسلام قبول کرے گا اسے تم لوگ واپس کرو گے، اور جو تم میں سے اسلام سے خارج ہو گا ہمارے پاس مشرک بن کر آئے گا ہم اسے واپس نہیں کریں گے۔

یہ شرط کیوں رکھی؟ کیونکہ بعض ایسے لوگ تھے وہاں پر جو اس وقت جانا چاہتے تھے اُن میں سے جو شرط لکھ رہا ہے اس کا اپنا بیٹا تھا ،کلمہ پڑھ لیا تھا قید کیا ہوا تھا کسی طریقے سے قید سے وہ بھاگ نکلا اور دیکھا کہ چودہ سو (1400) صحابی اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں ابھی اس پر کوڑے برسائے جا رہے تھے ظلم وستم کیا جا رہا تھا وہ خوش ہو کر وہاں سے نکلا کہ اب میری خلاصی ہو گئی ہے؛ ابھی زبانی کلامی بات ہوئی ہے ابھی لکھا نہیں ہے سہیل بن عمرو اس وقت مشرک تھا، تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس پر رحم آیا کہتے ہیں اس کو چھوڑ دو، کہتا ہے نہیں! اب تو وعدہ ہو چکا ہے عہد ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی ظالم کو دیکھیں اس وقت اس کا اپنا بیٹا ہے) کہتے ہیں میرے لیے چھوڑ دو

،یعنی میں صادق اور اَمین تھا تم لوگوں کے بیچ میں کسی زمانے میں چلو میرے لیے چھوڑ دو اسے؛ کہتا ہے نہیں! ابھی لکھا تو نہیں گیا ؟! کہتا ہے زبان ہو چکی ہے۔

اچھا سیدنا علی لکھنے والے تھے "محمد رسول اللہ" کو جب لکھا تو اس نے کہا یہ بھی کاٹو ہم نہیں مانتے آپ اللہ کے رسول ہیں، لکھو محمد بن عبداللہ لکھو؛ سیدنا علی نے کہا میں تو نہیں کرتا بھئی، رسول اللہ لکھ دیا میں کہاں اسے مٹاؤں میں تو نہیں مٹا سکتا اسے، تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دکھاؤ کہاں لکھا ہوا ہے؟ (یہ کیا دلیل ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمی تھے پڑھ نہیں سکتے تھے)؛ سیدنا علی نے اشارہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اسے مٹایا اور کہا لکھو محمد بن عبداللہ۔ کتنی سخت شرطیں ہیں!

اور سہیل بن عمرو اپنے بیٹے کو اسی جگہ پر مارنا پیٹنا شروع کر دیا اور پھر اُسے قید خانے کی طرف حکم دیا کہ اِسے لے کر جاؤ؛ روایت میں ہے کہ بعض صحابہ گھٹنے کے بل گر گئے تھے اس وقت لیکن اللہ کا حکم ہے صبر کرنا ہے، کامیابی ایسے آسانی سے ملتی؟! نصر اللہ آسانی سے ملتا ہے کیا؟!

یہ ہم بات کر رہے ہیں 6 ہجری کی کامیابی قریب ہے فتح قریب ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے طواف سے روکا جا رہا ہے، کچھ سال پہلے جلاوطن یعنی سزائے موت سنادی گئی تھی اور سو اونٹ بھی انعام کے لیے رکھ دیئے گئے تھے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تو خفیہ طریقے سے ہجرت کر کے وہاں سے نکلے۔

واپس چلے گئے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معاہدے کا کیا فائدہ ہوا؟ کہ وقت مل گیا تھوڑا سا امن ہو گیا ۔ورنہ سوچ کہاں پر تھی؟ جنگ کبھی بھی ہو سکتی ہے اسی تیاری میں تھے دونوں طرف۔

قریش نے عہد شکنی کی وعدے کو توڑا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عہد شکنی کی وجہ سے سن 8 ہجری میں مکہ کو فتح کرنے کا عزم کیا کہ اب اللہ کے گھر کو پاک کرنا ہے ربّ اللہ کا حکم آگیا ہے اور اس کو خفیہ رکھا راز داری میں رکھا کہ کسی کو خبر نہ پہنچے، اور یہ طریقہ ہوتا ہے یعنی جو جنگ میں مہارت حاصل کرتے ہیں وہ اس طریقے سے خاص طریقے سے ان معاملات کو طے کرتے ہیں۔

سیدنا حاطب بن اَبی بلتعہ کا قصہ بیچ میں آجاتا ہے کہ اُن کے رشتے دار تھے مکہ میں جن پر ظلم و ستم کیا جاتا تھا تو خفیہ خط لکھا اور ایک عورت کو دے دیا (مشرک عورت کو) وہ جا رہی تھی مکہ، اور وحی کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر مل جاتی ہے کہ عورت کے پاس خط ہے اور فلاں جگہ پر ہو گی، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا علی اور سیدنا مقداد کو بھیجتے

ہیں اور چند صحابہ کو اور عورت کو اسی جگہ پر پاتے ہیں پھر اُس عورت سے وہ خط بھی وصول کر لیتے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، سید نا حاطب کو بلایا جاتا ہے کہ اے حاطب تو نے ایسا کیوں کیا ہے؟ سید نا حاطب عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وضاحت کرتے ہیں) میرے وہاں پھر رشتے دار ہیں گھر والے ہیں یہ اُن پر ظلم و ستم کرتے ہیں، مجھے اللہ پر یقین ہے کہ کامیابی آپ کی ہونی ہے اس میں واللہ کوئی شک بھی نہیں ہے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا کوئی احسان ہو جائے مشرکین پر کہ میرے گھر والے جو ہیں ان کے ظلم و ستم سے بچ جائیں میرا تو یہ مقصد تھا اور کچھ بھی نہیں تھا۔

اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وہ جو عظیم باتیں جنگ بدر کی کیونکہ بدری صحابی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے دل میں جھانک کر دیکھا ہے فرمایا "کہ تم نے جو کرنا ہے اس کے بعد کرو"۔

اور اس سے یعنی یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جاسوس کافر نہیں ہوتا اس سے کفر لازم نہیں آتا ہے، قتل کرنا الگ ہے اس کی سزا جو ہے لیکن سید نا حاطب سے کفر نہیں ہوا ہے اگر کفر ہوتا ہے تو بدر کی جو ایک فضیلت ہے وہ بھی مٹ جاتی ختم ہو جاتی، تو کفر نہیں تھا (یہاں پر بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے)۔

الغرض؛ تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن 8 ہجری میں مکہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح حاصل ہو جاتی ہے فتح مکہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کو بلاتے ہیں؛ اب سب اس انتظار میں ہیں کہ کیا حکم صادر ہوتا ہے دو سال پہلے ہم نے روکا تھا ربّ کے گھر کے طواف سے روکا تھا عمرے سے روکا تھا اس سے پہلے ہم نے خود سزائے موت سنا دی تھی اور انعام بھی مقرر کیا تھا سو اونٹ؟! تو بڑی بات کر دیتے ہیں!

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "تم کیا سمجھتے ہو تمہارے ساتھ میں کیا کرنے والا ہوں؟"؛ اب سَر جھکے ہوئے ہیں عجیب سا خوف طاری ہے اور ایک امید کی کرن بھی ہے دل میں کہ صادق اور اَمین تو ہیں اور دل میں یہ بات بھی سچ ہے کہ ربّ نے کامیابی دی ہے اللہ کا نبی تو ہے، ہٹ دھرمی بھی ہے کیونکہ ہدایت تو ربّ کے ہاتھ میں ہے (دلوں کی ہدایت تو ربّ کے ہاتھ میں ہے) تو بڑا جملہ منہ سے کہا:

"ہم تو یہ جانتے ہیں آپ کے تعلق سے کہ آپ ہمارے "اَخٌ كَرِيْمٌ وَابْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ" کرم کرنے والے سخی ہیں آپ اور سخی بھائی کے بیٹے ہیں"؛ جو بزرگ تھے انہوں نے یہ کہا، جو ہمعمر تھے انہوں نے بھائی کہا۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں یعنی حسن اخلاق کی انتہا دیکھیں آپ کہ کافر دشمنوں کے ساتھ بھی کس طریقے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش آیا کرتے تھے؛" جاؤ میں نے تم کو معاف کر دیا"؛اور یہ بات پھیل گئی پورے جزیرۂ عرب میں۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد سب سے پہلا کام کیا کیا جانتے ہیں؟ان کو معاف کرنے سے پہلے کیا کیا؟ بُتوں کو توڑا شرک کو مٹایا!اِس سے پہلے طاقت نہیں تھی قدرت نہیں تھی اب جب اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے فتح مکہ ہو گیا ہے اپنے دست مبارک سے بُتوں کو توڑتے گئے ایک بُت بھی نہیں چھوڑا وہاں پر، تین سو ساٹھ (360) بُت اپنے دست مبارک سے توڑے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر جا کر معاف کر دیتے ہیں بات پھیل جاتی ہے جزیرۂ عرب میں۔

اور جب لوگوں کو خبر ملتی ہے تو بعض ایسے لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے واقف تھے لیکن ڈرتے تھے قریش سے، بعض لوگ شک اور شبہات میں تھے،اور بعض درمیان تھے کہ جو غالب ہو گا اس کے ساتھ چلے جائیں گے ہم قریش غالب تو قریش سچے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غالب تو محمد سچے کوئی کرائیٹیریا(Criteria)اُن کے پاس نہیں تھا؛(اعراب بدو جاہل قسم کے لوگ پتہ نہیں تھا اُن کو)۔

جب لوگوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح نصیب ہوئی ہے تو لوگ فوج دَر فوج دین میں داخل ہونا شروع ہوئے: ﴿إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ﴾ چھوٹی سی آیت ہے کتنے عظیم معنی اس کے اندر ہیں:

(۱)﴿إِذَا﴾: شرطیہ ہے جواب آگے آئے گا۔

(۲)﴿ جَآءَ﴾: فتح پہنچتی ہے آپ دوڑ لگاؤ گے اپنی مرضی سے حاصل نہیں ہو گی یاد رکھنا،اگر ربّ کی طرف سے نصرت چاہتے ہو مدد چاہتے ہو تو ربّ کے احکام کے مطابق عمل کرنا ہی پڑے گا کوئی اور راستہ نہیں ہے،اپنی مرضی کرنا چاہتے ہو تو پھر جاؤ تمہیں فتح ملے گی اور نہ ہی تمہیں اللہ کی مدد حاصل ہو گی،اور جس کو اللہ تعالیٰ اس کے اپنے حوالے کر دے وہ کبھی کامیاب ہو ہی نہیں سکتا قاعدہ یہی ہے﴿إِذَا جَآءَ﴾۔ ﴿نَصۡرُ﴾:اللہ تعالیٰ کی مدد۔ ﴿وَٱلۡفَتۡحُ﴾: کیا ہے؟فتح مکہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد عام ہے، خصوصی طور پر جب فتح مکہ حاصل ہو جائے اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

﴿وَرَأَيۡتَ﴾(اور آپ دیکھیں)﴿ٱلنَّاسَ﴾(لوگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!)۔

کیا دیکھیں گے ؟﴿يَدۡخُلُونَ﴾ (داخل ہوتے ہوئے)﴿فِيۡ دِيۡنِ اللّٰهِ﴾ (اللہ تعالیٰ کے دین میں)﴿اَفۡوَاجًا﴾ (فوج دَر فوج)۔

مقصد حاصل ہوا کہ نہ ہوا؟ کیا مقصد تھا؟ کہ لوگوں کو توحید کا پیغام پہنچائیں ربّ کا پیغام پہنچائیں۔ لوگوں نے قبول کیا کہ نہیں ؟فوج دَر فوج داخل ہو رہے ہیں کہ نہیں ہو رہے؟ مقصد پورا ہوا کہ نہ ہوا؟

جب مقصد پورا ہو جاتا ہے تو اب کیا باقی رہتا ہے؟ اس دنیا میں ہم آئے ہیں نا کسی خاص مقصد کے لیے مقصد پورا ہو گیا اب کیا ہے ؟اب جانا ہے دنیا سے اور کیا ہے باقی! (سبحان اللہ)۔

﴿وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِيۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا﴾: اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ لوگ فوج دَر فوج (ایک دو دس بیس نہیں) "عام الوفود"، یہ وہ سال ہے جب لوگ فوج دَر فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے تھے جماعتوں کی شکل میں پورے جزیرۂ عرب سے جہاں تک خبر پہنچی ہے۔

پہلے افراد میں لوگ ہوتے تھے ایک دو آتے تھے ڈر ڈر کر داخل ہوتے تھے، اب فوج دَر فوج اب دین غالب ہو چکا ہے حق غالب ہو چکا ہے باطل مغلوب ہو چکا ہے شرک اور کفر بدعات مغلوب ہو چکی ہیں۔

﴿فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ﴾: اب ﴿اِذَا﴾ کا یہی جواب ہے کہ جب یہ ہو جائے تو یہ کرنا ہے ﴿فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ﴾۔ ﴿سَبِّحۡ﴾: تسبیح فعل اَمر ہے؛﴿سَبِّحۡ﴾: یعنی ربّ کی پاکی بیان کرنی ہے۔

پاکی کس چیز کی بیان کرنی ہے؟ ہر نقص اور عیب سے ربّ کو پاک کرنا ہے زبان سے بھی دل سے بھی عمل سے بھی۔

"تسبیح": زبان سے کہتے ہیں "سبحان اللہ" لیکن عمل میں اگر شرک ہے تو سبحان اللہ ہوا؟! کہاں پاک کیا ربّ کو جو زبان سے کہتے ہو عمل تو اس کے خلاف کرتے ہو؟! زبان پر سبحان اللہ ہے دل میں تعظیم ہے نبی کی یا ولی کی یا کسی فرشتے کی، اُسے ربّ سے بڑا درجہ دیا ہوا ہے قسم بھی اُس کی کھاتے ہو، نذر و نیازیں اُن ہی مخلوقات کی کرتے ہو تو تسبیح زبان پر ہے؟!

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکار کرتے ہو تسبیح کا کوئی فائدہ ہوا؟!

تو دل کو بھی پاک کرنا ہے، عمل کو بھی پاک کرنا ہے، زبان کو بھی پاک کرنا ہے، ربّ کی تسبیح کرنی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی تسبیح کرنے والا ہو ہی نہیں سکتا! ابھی تسبیح کرتے آئے ہیں نا ابھی خصوصی طور پر پھر تسبیح کا خاص اہتمام کرنا ہے مقصد پورا ہو چکا ہے۔

﴿فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ﴾: تعریفوں کے ساتھ اپنے ربّ کی تعریف کے ساتھ؛ تسبیح میں پاکیزگی ہے، حمد میں صفات الکمال سے اپنے ربّ کی تعریفیں کرنی ہیں (سبحان اللہ)۔ "التخلية والتحلية" علماء فرماتے ہیں۔

ہم وضو کرتے ہیں پھر نماز پڑھتے ہیں وضو کیوں کرتے ہیں؟"تخلية" صفائی ہوتی ہے اور پھر اپنے ربّ کے سامنے سَر جھکا کر نماز پڑھتے ہیں اس لیے حمد اور تسبیح، تسبیح پہلے اور حمد بعد میں ہے: ﴿فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ﴾۔

﴿وَاسۡتَغۡفِرۡهُ﴾: اور اپنے ربّ سے بخشش کی دعا کرو (طلب کرتے رہو، استغفار کثرت سے)۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کون استغفار کرنے والا ہے؟! ایک مجلس میں سو مرتبہ استغفار فرماتے جبکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں، گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں استغفار پھر بھی کرنا ہے؛ فعل اُمر ہے ﴿وَاسۡتَغۡفِرۡهُ﴾۔

﴿إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾: بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے (اللہ اکبر)۔ یہ حکم کس کے لیے ہے؟

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

بھئی ہماری کیا حیثیت ہے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہماری زندگی میں ہمیں کتنی کامیابیاں ملی ہیں؟ کتنی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں قبول کی ہیں ہماری مرادیں پوری ہوئی ہیں؟ کتنے دشمنوں پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مدد اور نصرت عطا فرمائی ہے؟ تسبیح، حمد، استغفار، توبہ سے ہمارا تعلق کیسا ہے؟

دیکھیں کثرت سے توبہ، کثرت سے استغفار، کثرت سے ربّ کا ذکر، جس میں تسبیح اور تحمید شامل ہے یہ عظمت ہے، یہ عظماء لوگوں کا کام ہے عام لوگوں کا کام نہیں ہے یہ عام لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے یہ! اللہ کے ذکر میں ہمیشہ مشغول رہتے ہیں مصروف رہتے ہیں، اور جو زبان پر ہے اس سے بڑھ کر دل میں ہے اور اس سے بڑھ کر عمل میں ہے، عمل میں سستی کوتاہی نہیں۔ دل میں عظمت ہے تعظیم ہے ربّ کی چاہت ہے عبادت کی، اپنے ربّ کی رضا ہمیشہ نصب العین ہوتی ہے اور زبان پر بھی ذکر ہوتا ہے، زبان جسم کا وہ حصہ ہے جو ہماری مرضی سے حرکت میں آتا ہے اور تھکتا بھی نہیں ہے؛ یہ گوشت کا وہ ٹکڑا ہے جو تھکتا نہیں ہے پتہ ہے؟!۔ یہ ہاتھ ذرا یوں کریں یہ ایکسر سائز ہے مٹھی بند کریں اور کھولیں کرتے رہیں کتنی دیر کر سکتے ہیں تھک جائیں گے کہ نہیں؟ اچھا بولتے رہیں آپ دو گھنٹے حلق سوکھ سکتا ہے پانی پیتے رہو زبان تھکتی ہے؟

جیسے مسل کریمپ (Muscle cramp) ہوتا ہے ناپنڈلیوں میں دوڑ لگانے سے یا پش اَپ (Push-up) کرنے سے ہاتھوں اور بازوؤں میں کبھی زبان پر آپ نے دیکھا ہے ایسے کوئی بَل پڑا ہے آپ کے؟!

تو کثرت سے ذکر کرنا ہے، دل دھڑکتا ہے ہمارے بس کی بات نہیں ہے وہ بھی گوشت کا ٹکڑا ہے زبان ہماری مرضی سے ہلتی ہے تو آپ کی مرضی ہے گالیاں دیتے رہو، آپ کی مرضی ہے کسی کو دعائیں دیتے رہو بد دعا رتے رہو!

زبان آپ کی ہے لیکن زبان تابع کس کے ہے؟ دل کے ہے، تو اس لیے دل کی پاکیزگی بہت لازمی ہوتی ہے اور دل کی پاکیزگی کے لیے توحید اور سنت لازمی ہے، صحیح منہج پر قائم رہنا لازمی ہے۔

﴿فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾: آخر میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو پتہ چل گیا کہ وقت قریب آچکا ہے اب جانے کا وقت آچکا ہے، اور صحابہ کو بھی پتہ چل گیا جو کبار صحابہ تھے جو علم رکھنے والے صحابہ تھے اُن میں سیدنا عمر بھی شامل تھے، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کو اپنے قریب رکھا کرتے تھے کیونکہ چھوٹی عمر میں بھی بڑے ذہین تھے دانشور تھے، حکمت والے تھے علم والے تھے۔

(دیکھیے علم ایسا نور ہے جو آپ کو بڑائی کے درجے تک پہنچا دیتا ہے، عزت اور شرف علم میں ہے)۔

تو بعض لوگ اعتراض کیا کرتے تھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر کہ سیدنا عبداللہ بن عباس سے اپنے مشورے بھی لیتے ہو، اپنی جو شوریٰ کمیٹی تھی اس کا ممبر بھی بنا دیا ہے (وہاں پر بھی آتے تھے) جبکہ اُن کے جو ہم عمر دوسرے تھے اُن کو آپ نہیں بلاتے تو کچھ ناانصافی نظر آتی ہے! تو کسی نے اعتراض کیا سیدنا عمر کے کانوں میں بات پہنچی ہے تو ایک دفعہ سب کو بلایا ہے امتحان لینے کے لیے اور ایک حقیقت کو بیان اور واضح کرنے کے لیے اور سوال کیا کہ سورۃ النصر کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

جو موجود تھے صحابہ اُن میں سے سب نے اپنی اپنی باتیں کی ہیں جو وہ جانتے تھے، اور کسی نے کہا اللہ أعلم جو نہیں جانتے تھے خصوصی طور پر آخری جملے کے بارے میں کیونکہ ﴿اِذَا﴾ شرطیہ ہے اور اس کا جواب ہے ﴿فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ اس کے بارے میں۔

پھر پوچھا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصر (فتح) مل جائے اور لوگ فوج در فوج دین میں داخل ہونا شروع ہو جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دیکھ لیں تو یہ اشارہ ہے ربّ کی طرف سے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آیا ہے قریب ہو گیا ہے (وفات کا وقت قریب ہو گیا ہے)؛ سیدنا عمر نے فرمایا کہ میں نے بھی یہی سمجھا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے جو آپ نے سمجھا ہے۔

پھر اُن صحابہ کو اور اُن لوگوں کو یعنی جنھوں نے اعتراض کیا یا جو لوگ وہاں پر موجود تھے صحابہ کے علاوہ بھی جو تابعین تھے اُن کو بھی پتہ چلا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کیوں سیدنا عبداللہ بن عباس کو اپنے قریب رکھتے ہیں۔

علم التفسیر ایک عظیم علم ہے اور صحابہ سے بڑھ کر اس علم کو کوئی جاننے والا نہیں اور صحابہ میں سے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سر فہرست ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصی دعا فرمائی: "اللّٰهُمَّ عِلِّمْهُ التأويلَ" (کہ اے اللہ تعالیٰ! عبداللہ بن عباس کو قرآن مجید کی تفسیر کا علم عطا فرما)۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاگرد، قریبی رشتے دار اور پھر دعا بھی ساتھ ہے "نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ"۔

عجب بات ہے بعض لوگ کہتے ہیں: "کہ سلف کی تفسیر سے وہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا جو دور حاضر کی تفسیر میں موجود ہے، تجدید کی ضرورت ہے ہم بہت آگے بڑھ چکے ہیں زمانہ بدل چکا ہے پچھلے زمانے کی تفسیر کو چھانتے رہیں گے تو ہم کامیاب نہیں ہو سکتے!"؛ (سبحان اللہ)۔

قرآن مجید کی تفسیر کا حق جس نے بھی ادا کیا واللہ وہ کامیاب ہوا لیکن یہ ہے کہ حق ادا کرنا ہے اور حق ادا تب ہوتا ہے جب اس کو صحیح سمجھ کر اس پر عمل کرنا ہے اور صحیح سمجھنے کے لیے وہی راستہ اختیار کرنا پڑے گا جو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے وہ راستہ کیا ہے؟ "عَلَى مَا أَنَا عَلَيْهِ وأَصْحابِي"۔

صحابہ کس چیز پر تھے، اُن کا قول، اُن کا عمل، اُن کا ایمان، اُن کا تقویٰ، اُن کا عقیدہ، اُن کا منہج، قرآن مجید کی تلاوت کیسے کیا کرتے تھے، کیسے سمجھتے تھے کیسے عمل کرتے تھے یہ سب اس میں شامل ہے، اس ایک جملے میں بہت سارے معنی شامل ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ہم نے کہاں تک سمجھا ہے کیا سمجھا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں؟!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے اور جو اللہ کا پاک کلام ہے اس کی تفسیر کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے (واللہ أعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (110: سورۃ النصر کی مختصر تفسیر) سے لیا گیا ہے۔
سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio